2

اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کا بہترین طریق نماز ہے

(فرمودہ 9 جنوری 1948ء بمقام رتن باغ لاہور)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"جیسا کہ مَیں نے پچھلے جمعہ کے خطبہ میں بھی جماعت کو توجہ دلائی تھی کہ اسلام کی اصل بنیاد تعلق باللہ ہے۔ یوں تو دوسرے مذاہب کے لوگ دنیا میں بغیر قرآنی تعلیم کے بھی ایک دوسرے کی امداد کرتے ہیں اور خدمت بھی، جدوجہد بھی کرتے ہیں اور محنت بھی، تعلیم بھی حاصل کرتے ہیں اور دنیا کے دوسرے کاموں میں بھی حصہ لیتے ہیں۔ بلکہ مذہب ہی نہیں جو لوگ مذہب سے باہر ہیں اور دہریہ کہلاتے ہیں بلکہ دہریہ ہی نہیں وہ لوگ جو خدا تعالیٰ کے اِتنے مخالف ہیں کہ وہ باقی دنیا پر بھی زور دیتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ سے منحرف ہو جائے وہ بھی ایسے تمام کام کرتے ہیں۔ مجھے اُن لوگوں کے عقائد سے واقفیت ہے اور مَیں نے اُن کی کئی کتابیں بھی پڑھی ہیں۔ یہاں لاہور میں بھی ایک مجلس دہریوں کی ہوا کرتی تھی۔ وہ لوگ اپنے آپ کو دیوسماجی کہا کرتے تھے۔ فیروزپور میں اُن کا ایک کالج تھا اور یہاں ایک سکول تھا۔ سکول کی عمارت میں ہم نے جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمان ٹھہرائے

تھے۔ ان دیوسماجیوں کی رفاہِ عامہ کی کوششیں بہت زیادہ تھیں اور وہ ہمیشہ خدا کے ماننے والوں پر اعتراض کیا کرتے تھے کہ تم لوگ مرنے کے بعد ایک نئی زندگی کے بھی قائل ہو اور تم خدا کے وجود پر ایمان رکھتے ہو مگر تمہاری جدوجہد بنی نوع انسان کی خدمت کے لیے اُتنی نہیں جتنی ہماری ہے۔ یہ دلیل ان کی غلط ہو یا صحیح مگر اِس میں شبہ نہیں کہ وہ رفاہِ عامہ کے کاموں میں بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے۔ اُن کی اس جدوجہد سے یہ نتیجہ تو ضرور نکلتا ہے کہ رفاہِ عامہ کے کاموں کو سرانجام دینے کے لیے خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لانا ضروری نہیں۔ اور ایک شخص بغیر خدا پر ایمان لائے بھی رفاہ عامہ کے کاموں میں حصہ لے سکتا ہے۔ لیکن یہ امر کہ خدا تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو نہ ایمان لانے والوں کی نسبت رفاہِ عامہ کے کاموں میں زیادہ حصہ لینا چاہیے یہ ایک الگ بات ہے۔ حصہ نہ لینے اور لے سکنے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ہر انسان ہر وقت اپنے مخاطب کو گالی بھی دے سکتا ہے اور اُس کی تعریف بھی کر سکتا ہے۔ مگر ہر انسان ہر وقت نہ تو اپنے مخاطب کو گالی دیتا ہے اور نہ ہی تعریف کرتا ہے۔ پس کر سکنا اَور چیز ہے اور کرنا اَور چیز ہے۔ ہر انسان گھر سے سارا دن باہر بھی رہ سکتا ہے اور گھر کے اندر بھی رہ سکتا ہے مگر نہ تو ہر انسان چوبیس گھنٹے گھر سے باہر رہتا ہے اور نہ ہی چوبیس گھنٹے گھر کے اندر رہتا ہے۔ اِسی طرح ہر انسان کپڑے کی دکان کھول سکتا ہے، ہر انسان آٹے دال کی دکان کھول سکتا ہے اور ہر انسان مزدوری کر سکتا ہے، ہر انسان قلیوں کا کام کر سکتا ہے، ہر انسان لکڑیاں چِیرنے کا کام کر سکتا ہے اور ہر انسان ہرکارے کا کام کر سکتا ہے۔ مگر ہر انسان یہ کام کیا نہیں کرتا۔ نہ تمام دنیا کے انسان ہرکارے ہیں نہ ساری دنیا کے انسان لکڑیاں چیرنے کا کام کرتے ہیں، نہ ساری دنیا کے انسان قلیوں کا کام کرتے ہیں اور نہ ہی ساری دنیا کے انسان زمیندارہ کرتے ہیں۔ مگر کر سارے ہی سکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا دعوٰی کرنے والے بھی رفاہِ عامہ کا کام اُسی طرح کر سکتے ہیں جس طرح کہ خدا کے مخالف۔ اگر وہ نہیں کرتے تو اِس کا سبب اَور ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اِس کا سبب یہی ہے کہ ایک دہریہ پر تو ظاہر اور باطن میں دہریت غالب ہوتی ہے اور وہ جانتا ہے کہ دوسرے لوگ آسانی کے ساتھ اُس کے دام میں نہیں پھنسیں گے۔ اِس لیے وہ اپنے عقائد کو نافذ کرنے اور اُن کو پھیلانے کے لیے کچھ کام ایسے بھی کرتا ہے جن سے وہ دوسروں پر اپنی برتری ثابت کر سکے۔ لیکن ایک نسلی مسلمان اور خدا تعالیٰ کو ماننے والا مسلمان اپنے عقیدہ کی وجہ سے اور ورثہ میں ملے ہوئے عقیدہ کی وجہ سے سُست اور غافل رہتا ہے۔

اُس کے اندر حقیقی ایمان نہیں ہوتا۔ اُس کی زبان تو اقرار کرتی ہے کہ خدا ہے مگر اُس کا دل اقرار نہیں کرتا۔ اگر اُس کا دل اقرار کرتا تو خدا کی موجودگی سے جو حالات پیدا ہونے چاہییں اُس کے اندر پیدا ہو جاتے۔ دنیا میں ہزاروں لاکھوں انسان ایسے ہیں جو بظاہر خدا پرستی کا دعوٰی کرتے ہیں مگر اُن کا باطن اُسی طرح دہریہ ہوتا ہے جیسے اُس کی ہستی کے منکر دہریہ کا۔ غرض جہاں تک دنیوی اعمال کا سوال ہے اور جہاں تک رفاہِ عامہ کا سوال ہے ان کے لیے یہ ضروری نہیں کہ خدا یا مذہب پر ایمان لایا جائے۔ اور نہ ہی مذہب پر ایمان لانا اِن کاموں کا جزو یا بنیاد ہے۔ انسان مذہب پر ایمان لائے بغیر بھی ایسے کام کر سکتا ہے اور مذہب پر ایمان لا کر بھی کر سکتا ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ مذہب پر ایمان لا کر یہ کام بہت اچھے ہو سکتے ہیں اور ایمان نہ لانے سے اُتنے اچھے نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ بات صرف ممکن ہے ضروری نہیں کہ ایسے کام وہی کر سکے جو مذہب پر ایمان رکھتا ہو اور دوسرا کوئی نہ کر سکے۔

مگر وہ چیز جو سچے مذہب کو دوسرے مذاہب یا عقائد پر فوقیت بخشتی ہے وہ تعلق باللہ ہے۔ ایک انسان سچے مذہب میں شامل ہوئے بغیر محنتی ہو سکتا ہے، وہ سچے مذہب میں شامل ہوئے بغیر اچھا تاجر بن سکتا ہے، وہ سچے مذہب میں شامل ہوئے بغیر اچھا صنّاع بن سکتا ہے اور وہ سچے مذہب میں شامل ہوئے بغیر صدقہ وخیرات بھی کر سکتا ہے۔ مگر دنیا کا کوئی انسان سچے مذہب میں شامل ہوئے بغیر خدا رسیدہ نہیں ہو سکتا۔ یہی وہ چیز ہے جو سچے مذہب پر چلنے والے اور نہ چلنے والے میں مَابِهِ الْاِمْتِیَاز ہے اور جس سے ہمیں معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی شخص سچے مذہب پر چلتا ہے یا نہیں۔ اور یہ ظاہر ہے کہ خدا رسیدہ وہی ہو سکتا ہے جو اُس راستے پر چلتا ہے جو خدا تک پہنچتا ہے۔ جو شخص خدا تک جانے والے رستہ پر نہیں چلتا وہ خدا تک کس طرح پہنچ سکے گا۔

اِس میں شبہ نہیں کہ خدا کوئی مادی چیز نہیں اور نہ ہی اس کا کوئی خاص مکان ہے مگر ساری روحانی اور معنوی چیزوں کے لیے رستے ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر پڑھنا یا علم حاصل کرنا مادی چیز نہیں، زبان جاننا مادی چیز نہیں۔ اِسی طرح جغرافیہ، تاریخ اور حساب کا علم حاصل کرنا مادی نہیں مگر ان سب کے حصول کے لیے کچھ راستے مقرر ہوتے ہیں۔ جب تک زبان دانی کے لئے زبان نہ سیکھی جائے، جب تک علمِ حساب کے لیے حساب کی کتابیں نہ پڑھی جائیں، جب تک جغرافیہ کے علم کے لیے جغرافیہ کی کتابیں نہ پڑھی جائیں اور جب تک تاریخ دانی کے لیے تاریخ کی کتابیں نہ پڑھی جائیں تب تک

انسان زبان تک، حساب تک، جغرافیہ تک اور تاریخ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اِسی طرح گو خدا کوئی مادی چیز نہیں مگر اُس تک پہنچنے کے لیے ایک راستہ مقرر ہے۔ اور جس طرح خدا غیر مادی ہے اسی طرح وہ راستہ بھی غیر مادی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ راستہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی صفات پر غور کیا جائے اور اُن کو سمجھ کر اپنے اندر جذب کیا جائے۔ دنیا کی ہر چیز دوسری چیز کے مشابہ ہو کر ہی اُس تک پہنچ سکتی اور اُس سے پیوست ہوسکتی ہے۔ جو چیز دوسری چیز کے مشابہہ نہ ہو وہ اُس سے پیوست نہیں ہوسکتی۔ تم لکڑی کے ساتھ لوہے اور چمڑے کو تو پیوست کر سکتے ہو کیونکہ ان میں مشابہت پائی جاتی ہے مگر تم لکڑی کے ساتھ ہوا یا پانی کو پیوست نہیں کر سکتے۔ اور اِس کی وجہ یہی ہے کہ ان کی جنس مختلف ہے۔ لوہے، لکڑی اور چمڑے کی بناوٹ تو مختلف ہے مگر یہ چیزیں آپس میں متشارک ہیں اور گو وہ ایک جنس کی نہیں ہیں مگر ان کی حقیقت مشترک ہے۔ پس دو چیزوں کے اتّصال کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ اُن کی آپس میں مشارکت ہو۔ اور جو چیزیں مادی نہیں بلکہ روحانی ہوتی ہیں اُن کی مشارکت بھی روحانی ہی ہوتی ہے۔ پس خدا سے ملنے کے لیے ضروری ہے کہ اُس کے ساتھ روحانی مشارکت ہو اور وہ مشارکت یہی ہے کہ انسان اپنے اندر الٰہی صفات پیدا کرے۔ جب کوئی شخص اپنے اندر اللہ تعالیٰ کی صفات پیدا کر لیتا ہے اور اُس کی محبت کو اپنے اندر جذب کر لیتا ہے تو وہ اپنے اندر الوہیت کا رنگ پیدا کر لیتا ہے۔ اور جب اُس کے اندر الوہیت کا رنگ آ جائے تو اُس کا خدا سے اِتّصال اُسی طرح ممکن ہو جاتا ہے جیسے لکڑی کا لوہے سے۔ اور گو وہ خدا نہیں بن جاتا مگر وہ خدا نما ضرور ہو جاتا ہے۔ لکڑی لوہا نہیں بن سکتی اور لوہا لکڑی نہیں بن سکتا۔ مگر وہ آپس میں جُڑنے کے قابل ہوتے ہیں۔ ہوا اور لکڑی یا پانی اور لوہا کبھی ایک نہیں ہو سکتے کیونکہ ان میں مشارکت نہیں پائی جاتی۔ پس خدا کے اِتّصال کے لیے اور اُس کے قرب کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ انسان اپنے اندر صفاتِ الٰہیہ پیدا کرے اور اُس کی محبت کو اپنے اندر اِتنا جذب کرے کہ وہ خدا کی طرف کھنچنے لگ جائے۔ جس طرح مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے اِسی طرح محبت الٰہی اسے خدا کی طرف کھینچنے لگ جائے گی۔ مگر محبتِ الٰہی اور صفاتِ الٰہیہ کے پیدا کرنے کا بہترین طریق اسلام کے دعوے کے مطابق نماز ہے۔ یہ کوئی منطقی مسئلہ نہیں جس کو ہم منطق سے ثابت کر سکتے ہوں اور نہ ہی یہ کوئی فلسفیانہ مسئلہ ہے کہ ہم اس کو فلسفہ سے ثابت کریں۔ ہم اسلام اور قرآن کو مانتے ہیں اور اسلام اور قرآن ہی ہمیں بتاتے ہیں کہ خدا کے ملنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ اگر ہمیں 1

کہیں کہ نماز خدا تک پہنچنے کا ذریعہ نہیں تو ہمارا اخلاقی فرض ہوگا کہ ہم (نَعُوْذُ بِاللّٰہ) اسلام کو چھوڑ دیں۔

پس ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ نماز کی پابندی کرے اور زیادہ سے زیادہ پابندی کرے۔ اور ہم میں سے ہر احمدی کو چاہیے کہ وہ اپنی اولاد کو بھی نماز کی پابندی کے لیے مجبور کرے۔ اِسی طرح دوستوں کو بھی نماز کی پابندی کے لیے تلقین کی جائے۔ اور نہ صرف فرض نمازوں کی پابندی کے لیے زور دیا جائے بلکہ نوافل پڑھنے پر بھی زور دیا جائے اور نوافل بھی رات کے نوافل۔ اگر ہماری جماعت پوری طرح اِس پر قائم ہو جائے تو اس کا قدم تیز تیز بڑھے گا اور وہ جلد سے جلد روحانیت کے بلند مقام پر پہنچ جائے گی۔ ہر چیز کے ملنے کا ایک گُر ہوتا ہے اور اسلام نے خدا کے ملنے کا گُر نماز بتایا ہے۔ نماز سے دوسرے درجہ پر اسلام نے زکوٰۃ کو رکھا ہے۔ تیسرے درجہ پر روزہ کو رکھا ہے اور چوتھے درجہ پر حج کو رکھا ہے۔ اگر ہم ان درجات پر غور کریں تو ہمیں اِس سے عظیم الشان سبق حاصل ہوتا ہے۔ دیکھ لو! نماز کا درجہ اول رکھا گیا ہے اور اگر اِس کی اہمیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ انسان کی ذاتی اصلاح کے لیے ہے۔ زکوٰۃ کا دوسرا درجہ ہے۔ اگر اس کی اہمیت پر ہم غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا کہ یہ قومی اصلاح کے لیے ہے۔ اگر روزہ کی اہمیت پر غور کریں تو یہ ذاتی اصلاح کے لیے معلوم ہوتا ہے۔ اور اگر حج کی اہمیت پر غور کریں تو یہ قومی اصلاح کے لیے معلوم ہوتا ہے۔ اس ترتیب سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قومی اصلاح کبھی کامل نہیں ہوسکتی جب تک ذاتی اصلاح نہ کی جائے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ قومی اصلاح ذاتی اصلاح کے بغیر بھی ہوسکتی ہے وہ بالکل غلط کہتے ہیں۔ کیونکہ ذاتی اصلاح پہلا قدم ہے اور قومی اصلاح دوسرا قدم۔ اور کوئی شخص دوسرا قدم نہیں اٹھا سکتا جب تک وہ پہلا قدم نہ اٹھا لے۔ جو شخص کہتا ہے کہ مَیں نے پہلا قدم اٹھائے بغیر دوسرا قدم اٹھا لیا ہے وہ پاگل ہے۔ جس طرح پہلا قدم اٹھائے بغیر دوسرا نہیں اٹھایا جا سکتا۔ اِسی طرح قومی اصلاح کا کام مکمل نہیں ہوسکتا جب تک اس کے لیے پہلا قدم نہ اٹھا لیا جائے۔ جو شخص زکوٰۃ تو ادا کرتا ہے مگر نماز نہیں پڑھتا اس کی اصلاح نامکمل ہے۔ اور وہ مکمل نہیں ہوسکتی جب تک وہ زکوٰۃ سے پہلا قدم نہ اٹھا لے۔ اِسی طرح جو شخص زکوٰۃ اور نماز روزہ میں لگا رہا اور باوجود استطاعت کے اُس نے حج نہ کیا اُس نے بھی اپنی اصلاح کو مکمل نہیں کیا کیونکہ باوجود

استطاعت کے اُس نے حج نہ کیا۔ ایسے شخص کی زکوٰۃ بھی بے کار گئی اور نماز روزہ بھی بیکار گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مقدم قرار دیا ہے نماز کو زکوٰۃ پر اور روزہ کو حج پر۔ گویا ذاتی اصلاح کو قومی اصلاح پر آپ نے مقدم قرار دیا ہے اور اِس طرح آپ نے یہ حقیقت ذہن نشین کی ہے کہ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۔2 پس نماز بھی ضروری ہے اور زکوٰۃ بھی، روزہ بھی ضروری ہے اور حج بھی۔ گویا انفرادی اصلاح بھی ضروری ہے اور قومی بھی۔ لیکن اگر کوئی موقع ایسا آجائے کہ ذاتی اصلاح کا ٹکراؤ قومی اصلاح سے ہو جائے تو اُس وقت حکم یہ ہے کہ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۔ اگر تمہاری ذاتی عبادتوں کا ٹکراؤ قومی عبادتوں سے ہو جائے تو تم قومی عبادت کو چھوڑ دو اور ذاتی عبادت کو مقدم رکھو۔ اگر نماز کے مقابلہ میں کوئی قومی کام آجائے تو قومی کام چھوڑ کر نماز کو ادا کرو۔ اور اگر روزہ کے مقابلہ میں کوئی قومی کام آجائے تو روزہ کو رکھو اور قومی کام چھوڑ دو۔ مگر یہاں قومی ذمہ داری سے مراد وہی ذمہ داری ہے جو دین سے تعلق رکھتی ہو۔ اور ذاتی ذمہ داری سے بھی مراد وہی ذمہ داری ہے جو دین سے تعلق رکھتی ہو۔ ہاں بعض مستثنیات بھی اِس میں ہوتی ہیں یعنی ان ذمہ داریوں کی ادائیگی میں تاخّر اور تقدّم شریعت کے حکم کے مطابق ہوسکتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کے گھر میں آگ لگ جائے اور ایسے وقت میں لگے کہ ایک شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو تو اُس کے لیے حکم ہے کہ وہ نماز بعد میں پڑھے اور پہلے آگ کو بجھائے۔ کیونکہ اصل جُزوِ ایمان کا عبادت ہے جو ایک گھنٹہ بعد بھی ہوسکتی ہے۔ عبادت کا بالکل ترک کر دینا ناجائز ہے مگر اُس کا اشد ضرورت کے موقع پر آگے پیچھے کرنا ناجائز نہیں۔ پس مَیں جماعت کو پھر اِس خطبہ کے ذریعہ توجہ دلاتا ہوں کہ وہ نماز کی پوری طرح پابندی کرے۔ اور مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ایسا اصولی مسئلہ ہے کہ اس کی طرف ہمیشہ ہی توجہ دلاتے رہنا چاہیے۔ اور صرف مجھے ہی نہیں بلکہ جماعت کے تمام دوستوں کو اپنے اردگرد والوں کو توجہ دلاتے رہنا چاہیے۔ کیونکہ اسلام اور قرآن کی تعلیم کے مطابق مومن وہی ہوتا ہے جو يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ 3 پر عمل کرے اور جو نماز کو گرنے نہ دے بلکہ اُسے قائم رکھے اور کھڑا رکھے کیونکہ يُقِيْمُوْنَ کے معنے کھڑا کرنے والوں کے ہوتے ہیں۔ پس اگر تم چاہتے ہو کہ تم مومن بن جاؤ تو نماز کی پابندی اختیار کرو۔ اور اگر تم

چاہتے ہو کہ تمہارا خاندان ایسا مومن بن جائے تو اپنے خاندان کو نماز کی پابندی کے لیے توجہ دلاتے رہو۔ اِسی طرح اگر تم چاہتے ہو کہ ہماری ساری جماعت مومن بن جائے تو اپنے اردگرد کے لوگوں اور دوستوں کو نماز کی پابندی کی تلقین کرتے رہو "۔

(الفضل 8 فروری 1948ء)

1: ہمیں: ہم ہی کا مخفف (فیروز اللغات اردو)

2: المائدة:106

3: البقرة:4